کتابتِ قرآن

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ

جناب مولوی قمر الدین صاحب جالپوری ۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (اعظم گڑھ)

(ذیل کا مضمون علامۂ موسیٰ جار اللہ روستوفدونی کی تاریخ القرآن سے ماخوذ ہے۔ علامۂ ممدوح روس کے اکابر علما میں سے تھے اور زمانۂ جدید میں دنیائے اسلام نے جو اعاظم رجال پیدا کئے ہیں ان کی صف اول میں مرحوم نے جگہ پائی تھی۔ ان کی یہ کتاب جس سے یہ مضمون ماخوذ ہے ۱۳۲۳ھ میں سینٹ پیٹرس برگ سے شائع ہوئی تھی)

اہمیت کتابت اس عالم کون و فساد میں کسی چیز کو بقاء دوام نہیں۔ کسی چیز کو ابدیت کا جامہ پہنانے کی کوشش، حقیقۃً گردش ایام کے خلاف جنگ ہے اگر اس عالم میں کوئی چیز ایسی ہے جو کسی حد تک اس کے آہنیں ہاتھوں کی دست رس سے محفوظ ہے تو وہ کتابت ہی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی علم کو ابدی دوامی حیثیت دینا چاہتا ہو تو اس کے لیے کتابت سے بہتر و محکم تر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کتابت ایک ایسی محافظ ہے کہ جو چیز اس کے حوالہ کر دی جائے وہ کم ضائع ہوتی ہے ایک ایسا خزانہ ہے جس کے مخزونات میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا نہ موت کا خطرہ نہ نسیان کا ڈر۔ جب انسانی دل و دماغ اس کے اندر تحریف کرنا چاہتے ہیں تو یہی وہ چیز ہے جو ناطق یا مُحق ثابت ہوتی ہے۔ فردوسی نے جب سلطان محمود جیسے اولوالعزم شہنشاہ کی شان میں کسی شکر رنجی اور کبیدگی خاطر کی وجہ سے ہجو لکھی تو وہ شاہانہ سطوت و جبروت

کے باوجود اس ہجو کا ایک حرف بلکہ ایک نقطہ بھی محو نہ کر سکا۔ کتابت دراصل انسان کی شریف ترین صفات میں سے ہے۔ اسی نے علوم و فنون کو ہم تک پہنچایا، گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات سے ہم کو آگاہی بخشی، اسرار و معارف اور حکم نادرہ سے ہمیں مطلع کیا، اور معلومات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہمارے سامنے بکھیر دیا۔ یہ صدیوں کی دیرینہ خبریں آنے والی قوموں تک پہنچا دیتی ہے، گذشتہ اقوام کے کارناموں، عبرت ناک حوادث اور ان کے فلسفہ عروج و زوال سے واقف و آگاہ کرتی ہے۔

ابتدائے تاریخ تدوین قرآن کریم

کتابت کے انہی فوائد کو پیش نظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا ہی سے قرآن مجید کو لکھوانے کا انتظام فرمایا تھا۔ اگرچہ قرآن کی حفاظت کے لیے انسان کی دوسری اہم ترین صفت یعنی قوت حافظہ سے بھی پوری مدد لی گئی، مگر آپ نے صرف اسی پر اعتماد نہیں کر لیا، بلکہ ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعہ سے بھی قرآن کو محفوظ کرنے کی کوشش فرمائی۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ کلام مجید ایک ہی مرتبہ اس مرتب صورت میں جیسا کہ فی الحال ہماری نظروں کے سامنے ہے، نازل نہیں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ حوائج انسانی کا اندازہ داں ہے۔ اس نے جب کوئی ضرورت دیکھی فوراً جبرئیل وحی لے کر آموجود ہوئے۔ اس وحی کو آنحضرت صحابہ کرام کو سنا دیتے اور انھیں حفظ بھی کرا دیتے تھے۔ دربار رسالت میں کاتبین وحی موجود رہتے، وہ فوراً لکھ لیا کرتے تھے۔ لیکن حاشاک اللہ یہ سلسلہ تحریر سہو و نسیان کے خوف سے جاری نہ تھا۔ کیونکہ سنقرئك فَلَا تَنْسَىٰ کی تسکین بخش تسلی سے حضور کو مطمئن کر دیا گیا تھا کہ آپ قرآن کا کوئی لفظ بھول نہیں سکتے۔ پس درحقیقت لکھوانے کا مقصد یہ نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی یادداشت کے لیے قرآن کو محفوظ کرا رہے تھے، بلکہ مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت نامہ محفوظ ہو جائے اور وہ آئندہ کے لیے بھی اس کی حفاظت کا اہتمام کریں جس طرح آپ کے زمانے میں کلام پاک کا حفظ کرنا واجب تھا اسی طرح اس کا ضبط کرنا بھی زمانہ نبوت کے بعد واجب ہو گیا تھا جس کی آپ نے تاکید بھی کی تھی۔ کتابت کی فرضیت کا سبب یہ تھا کہ خداوند قدوس نے وعدہ کیا تھا کہ

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ - (یعنی ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں)۔ خدا نے مسلمانوں کو اس وعدہ کا امین بنا دیا۔ امین کا یہ فرض ہے کہ امانت کی حفاظت میں سخت احتیاط برتے، مضبوط سے مضبوط طریقہ کار عمل میں لائے اور ہر ممکن تدبیر اختیار کرے۔ انھیں اسباب کی بنا پر ہمارے اسلاف نے مصاحف کی تدوین کی۔ کلام مجید کی حفاظت میں ہر ممکن تدبیر سے کام لینا ان کا اولین فرض تھا کہ کسی مکار اور کسی بہکانے والے کی وسوسہ اندازی کا قرآن مجید میں دخل نہ ہو، نہ وہم کا امکان ہو نہ ظن باطل کا گذر، کیونکہ کلام پاک کی تحریف خواہ وہ نظم و ترتیب میں ہو خواہ رسم الخط میں، عمداً یا سہواً، بالقصد ہو یا بغیر قصد امت مسلمہ کے لیے گمراہ کن ثابت ہوگی۔ یہ خیال ان کے دماغ پر اس طرح مسلط ہو گیا تھا کہ کوئی چیز ہر وقت ان کو قرآن کی حفاظت کے لیے نت نئی تدبیروں پر اکساتی رہتی تھی، اور وہ دائماً اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ باطل کسی طرف سے بھی اس کتاب پاک کے قریب نہ آسکے۔

تاریخ تعلیم قرآن فتح مکہ کے بعد آنحضور صلعم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اسی خدمت (تعلیم قرآن) پر مامور فرمایا۔ اکابر صحابہ میں جن کی تعداد ہزاروں تک تھی ایسے اشخاص موجود تھے جو کلام پاک کی تعلیم کے اور حفظ قرآن کے دلدادہ تھے۔ ان کے انتشار و اہتمام کا یہ عالم تھا کہ دن رات میں کتنی ہی بار وہ قرآن کی آیتوں کو دہرا لیا کرتے تھے۔ ان کی مشغولیتوں اور مصروفیتوں کا یہ حال تھا کہ کلام پاک کے ضبط و حفظ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ مسجد نبوی میں جب حفاظ قرآن کی تلاوت سے آوازیں گونجتیں اور آپ سنتے تو خدا کے شکر گذار ہوتے اور فرماتے احسان اور فضل ہے اس مالک کا جس نے میری امت میں ایسے سرگرم لوگوں کو پیدا کیا۔ فی الحقیقت اسی اہتمام و سرگرمی عمل کا نتیجہ تھا کہ آغاز اسلام ہی میں کلام پاک سینوں میں محفوظ ہو گیا تھا۔ تھوڑا تھوڑا حصہ نازل ہوتا جاتا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نہایت صحت اور احتیاط کے ساتھ اس کو یاد کرتے جاتے تھے۔ ایک طرف خود حضور کو اللہ تعالیٰ نے اطمینان

ولا دیا تھا کہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (ہم تمہیں پڑھائیں گے اور تم اسے بھولوگے نہیں) اور دوسری طرف آپ کے متبعین اپنے سینوں میں اس کو محفوظ کر رہے تھے اور کوئی ایک آیت بھی ایسی نہ تھی جس کو یاد رکھنے والے کثیر التعداد لوگ نہ ہوں لیکن آنحضور نے صرف اتنے ہی پر اکتفا نہ کیا۔ متعدد صحابہ کو جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اس خدمت پر مامور کیا کہ جوں جوں آیات اترتی جائیں وہ ان کو آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر لکھتے چلے جائیں۔ احادیث شاہد ہیں کہ نبی اکرم صلعم صحابہ کرام کو سورتوں کی کی ترتیب و نظم سے واقف کرا دیا کرتے تھے اور پوری تشریح و توضیح کے ساتھ بتا دیا کرتے تھے کہ فلاں آیت فلاں سورہ میں اس آیت کے بعد یا قبل رکھو اور اس آیت کو اس جگہ ترتیب دو یہی نہیں بلکہ کلام پاک کے نظم و ترتیب سے واقف کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ نماز تھی۔ جس طرح وہ آیتوں کو وحی کے بعد قلم بند کر لیا کرتے تھے اسی طرح نماز میں وہ کلام پاک کی ترتیب سے واقف ہوتے جاتے تھے۔ متعدد احادیث میں (جن کا اس موقع پر ذکر کرنا باعث طول ہوگا) یہ تصریح موجود ہے کہ آنحضور صلعم ختم قرآن سنا دیا کرتے تھے اور صحابہ کرام بھی پورا پورا کلام مجید آپ کو سناتے رہتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم نے کلام پاک آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ کو یہ بات بہت پسند آئی اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے زمانے ہی میں کلام پاک پورا لوگوں کو یاد تھا اور کتابی صورت میں لوگوں کے پاس مرتب تھا۔ صحابہؓ نزل من اللہ آیتوں کو اسی وقت کاپیوں اور کاغذوں تختیوں اور پتوں وغیرہ پر لکھ لیا کرتے تھے۔ کتابت وحی ان کے نزدیک فرض تھی جس سے کسی صورت میں بے اعتنائی اور بے توجہی جائز نہ تھی حتیٰ کہ جس زمانہ میں اسلام گھروں کے اندر محصور تھا، لوگ خوف و خطر کی وجہ سے اسلام کا اظہار نہیں کرتے تھے اس فرض کی طرف سے اس وقت بھی تغافل نہ ہوا۔ مسلمان ظلم و ستم کی بارشوں سے بچنے کے لیے گھروں میں چھپ کر تلاوت اور کتابت کا کام انجام دیتے تھے کہ کہیں کفار کے جبر و استبداد کی بارشوں سے اسلام کے ابھرنے والے

نقوش سطح عالم سے مٹ نہ جائیں۔ حضرت عمر کے اُس واقعہ سے جو ان کی بہن اور نسبتی بھائی کے ساتھ اسلام لانے سے قبل پیش آیا تھا پتہ چلتا ہے کہ مسلمان خوف و خطر میں گھر کر بھی کس طرح اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔

عرب اور کتابت آنحضور صلعم کی ولادت کے وقت یا اس سے قبل عرب میں لکھنے کا رواج عام نہ تھا لیکن اعلیٰ اور اہم چیزیں ضرور قلم بند کی جاتی تھیں مثلاً فصیح و بلیغ قصائد و خطب۔ صحابہ کرام میں بھی ایسے لوگ کافی تعداد میں تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضؓ کہتے تھے کہ یہ (چند احادیث کے مجموعہ کی طرف اشارہ کرکے) احادیث ہیں جن کو میں نے نبی اکرم صلعم سے سنکر لکھ لیا تھا۔ اور بھی بہت سے صحابہ تھے جو زبانی یاد کی ہوئی آیتیں لکھ لیا کرتے تھے اور آنحضورؐ سے اس کی تصحیح بھی کرا لیا کرتے تھے۔ انھیں میں سے چند لوگ وحی کے منصب کتابت پر مامور تھے، مثلاً حضرات علیؓ عثمانؓ عمرؓ زید بن ثابتؓ، ابن مسعودؓ، ابن مالکؓ، عبداللہ بن سلام وغیرہم۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو ان کو آپ املا کراتے تھے اور ان آیتوں کو یکے بعد دیگرے سنکر تصدیق فرماتے تھے۔ چنانچہ اسی طرح آپ کی زندگی ہی میں کلام پاک پورا ضبط ہو چکا تھا۔ لکھنے کے وسائل اگرچہ اس زمانہ میں عربوں کے پاس بہت کم تھے، لیکن مہتم بالشان چیزوں کو محفوظ کرنے کے لیے جو وسائل اس زمانہ میں استعمال کیے جاتے تھے وہ سب انہوں نے اس کلام عزیز کی حفاظت کے لیے صرف کر دیے تھے۔

جو لوگ قرآن کی حفاظت میں شک کرتے ہیں انہوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ مسلمان اس کلام پاک کے حفظ اور اس کی ترتیب کتابت سے کیسے قطع نظر کر سکتے تھے جب کہ ابتدا ہی سے یہ بات ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ یہی کلام ان کے لیے دینی و دنیوی سعادتوں کا سرچشمہ ہے اور اس کا ضائع ہونا ان کے مذہب کی بنیاد کا منہدم ہونا ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ کلام مجید ہی تقرب الی اللہ

کا واحد ذریعہ ہے اس لیے ان کی یہ تمنا اور کوشش تھی کہ یہ محفوظ رہے۔

وصال نبوی کے بعد تکمیل و تتمیم اسلام اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کی آیت نازل ہونے کے بعد جب سید کونین آنحضور صلعم دار فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئے تو آپ نے امت کو اس حال میں چھوڑا کہ اسلام جزیرۂ عرب میں پوری طرح تسلط پا چکا تھا، عرب کا چپہ چپہ نور اسلام سے منور ہو چکا تھا یمن و بحرین، عمان و نجد کی پہاڑیوں میں زندگی بسر کرنے والے مُضر و ربیعہ و قضاعہ کے مقبوضہ ممالک، طائف اور مکہ، سب کے سب مشرف باسلام ہو چکے تھے، مسجدیں اس کثرت سے تعمیر ہو چکی تھیں کہ کوئی شہر یا گاؤں یا محلہ ایسا نہ تھا جس میں مسجد نہ ہو اور اس کے اندر اوقات نماز میں کلام پاک کی آیتیں تلاوت نہ کی جاتی ہوں، ہر مرد و عورت، بوڑھا اور جوان کلام پاک جانتا اور پڑھتا تھا۔ اس وقت مسلمان اپنی اصلی حالت پر تھے۔ اسلامی اعتقادات میں کچھ فرق نہ تھا۔ سب ایک امت تھے۔ سب کا دین واحد تھا اور ان کے اندر کامل اتحاد و اتفاق تھا۔ آپ کی طاقت ور شخصیت اٹھ جانے کے بعد امت میں پہلا فتنہ جو برپا ہوا وہ ارتداد کا فتنہ تھا۔ اس فتنہ میں اہل عرب چار جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ پہلی جماعت وہ تھی جس کے اندر کسی طرح کا تغیر نہ تھا۔ وہ اسی اپنی اصلی حالت پر تھی۔ دوسری جماعت وہ تھی جس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ تیسری جماعت وہ تھی جو دین سے پھر گئی تھی اور اپنے ارتداد کا بیباکانہ اعلان کرتی پھرتی تھی۔ چوتھی جماعت وہ تھی جو ان میں سے کسی میں بھی شامل نہ تھی بلکہ وہ انتظار کر رہی تھی کہ دیکھیں فتح و نصرت کا پلہ کس طرف جھکتا ہے اسی طرف ہم بھی ہو رہیں گے۔

یہ فتنہ اگرچہ بہت بڑا فتنہ تھا، اور اس نے ایک وقت میں اسلام کی زندگی ہی کو خطرہ میں ڈال دیا تھا، لیکن قرآن پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ جیسا متفق علیہ تھا ویسا ہی رہا، اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا۔

حضرت فاروق اعظم رضؓ اور قرآن کی تدوین کا احساس

یہ فتنہ جب فرو ہو چکا تو حضرت عمر کو فکر ہوئی کہ کہیں کوئی دوسرا فتنہ نہ اٹھے اور اس سے قرآن پر کوئی آنچ آجائے۔ چنانچہ آپ نے رائے دی کہ کلام پاک کاتبین وحی اور حافظین وحی کی سعی و کوشش سے صحابہ کرام کے سامنے جمع کیا جائے تاکہ پھر کسی کو شبہ اور اختلاف نہ ہو حضرت ابو بکرؓ نے اس سے اتفاق فرمایا اور زید بن ثابت کو بلا کر مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹال دینا اور دریا کا رخ بدل دینا کلام پاک کی تدوین سے کہیں آسان و سہل ہے لیکن بعد کو مصالح معلوم کر کے وہ بھی اسی نقطہ پر آگئے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ان حفاظ قرآن کو بلایا جو قابل اعتماد تھے اور جن کی دیانت عام طور پر مسلم تھی۔ ان میں سب سے زیادہ کلام پاک کی تدوین میں جن کی ضرورت تھی اور جو قابل اعتماد تھے وہ مندرجۂ ذیل اشخاص ہیں:

حضرت ابی بن کعبؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن زبیرؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ابن سائبؓ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت سعدؓ۔ حضرت حذیفہؓ۔ حضرت سعیدؓ۔ حضرت سالمؓ۔ حضرت ابو ہریرہؓ۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ حضرت ابو زیدؓ۔ حضرت ابو درداؓ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔ حضرت عمرو بن العاصؓ۔ یہ تمام حضرات پہلے حضرت عمر فاروق کے مکان میں جمع ہوئے۔ کلام پاک کے ضبط و تدوین کی صورتوں پر غور و فکر کیا اور ہر شخص کے فرائض کی تقسیم ہوئی۔ پھر رائے یہ ٹھیری کہ خدا کا کلام خانۂ خدا ہی میں جمع کیا جائے۔

ضبط و تدوین کا کام شروع ہوا۔ مدینہ کے اطراف میں اعلان کیا گیا کہ جس کے پاس جس قدر بھی کلام مجید کا حصہ محفوظ ہو وہ جامعین قرآن کے حوالہ کر دے۔ اس اعلان کے مطابق جس کے پاس کلام مجید کا جتنا مجموعہ تھا خواہ کاپیوں یا منتشر اوراق پر یا جھلیوں اور ہڈیوں پر یا کھجوروں

کھجوروں کے پتوں پر لاکر حاضر کر دیا جس سے کلام پاک کی تدوین میں بہت آسانیاں پیدا ہو گئیں، کن حضرات کی تحریریں قابل اعتماد تھیں | لیکن تحریر اس شخص کی مقبول ہوتی تھی جو ثقہ ہو اور جس کی تحریر آنحضور صلعم کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ہو۔ جس کے پاس جو سرمایہ کلام الٰہی کا محفوظ تھا۔ وہ پیش کرتا تھا۔ پھر ایک شخص کی تحریر دوسرے کی تحریر سے ملائی جاتی تھی تاکہ احتمال کی گنجایش باقی نہ رہے۔ کتابت کی خدمت حضرت زید بن ثابتؓ کے ذمہ تھی جسے انہوں نے کامل جانفشانی کے ساتھ انجام دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں سورۂ توبہ کی اس آیت تک پہونچا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ۔ تو اس کے بعد کی آیت نہیں ملتی تھی جس کی بنا پر سخت تشویش لاحق ہوی، بہت تلاش و جستجو کے بعد حضرت خزیمہ ابن اوس بن زید انصاریؓ کے پاس ملی جب ہم سورۂ احزاب تک پہنچے تو پھر ایک آیۃ کا سراغ نہیں ملتا تھا جسے میں نے رسول اللہ کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ بڑی فکر ہوی کہ کسی طرح مل جائے۔ خدا خدا کر کے یہ آیت بھی حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کے یہاں مرقوم ملی اور وہ آیت اسی سورہ میں شامل کر دی گئی۔ اس طرح کلام پاک کی تدوین پوری ہوی۔ نہایت صحیح اور مکمل تدوین۔

اختتام تدوین کی شاندار تقریب | جب قرآن کی تدوین کا کام بخیر و خوبی انجام کو پہنچا تو اس کی تقریب میں مسرت و شادمانی کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں تمام حفاظ اور دیگر صحابہ جمع ہوے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کلام پاک پڑھ کر سب کو سنایا تمام صحابہ کرام نے بغور سنا اس وقت صحابہ کی جانب سے نہ اعتراض ہوا نہ اختلاف اور نہ اس کے بعد کبھی اس کی نسبت کچھ سننے میں آیا۔

کلام پاک کی اس جمع و ترتیب پر تمام صحابہ کا اجماع و اتفاق ثابت ہونے کے بعد یہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ یہ کہنا کسی صداقت پسند آدمی کے لیے ممکن ہے کہ کسی نے شائد کوئی من گھڑت آیت قرآن میں شامل کر دی ہو۔ تدوین کا کام صحابہ کی ایک کثیر جماعت نے مل کر انتہائی احتیاط کے ساتھ کیا تھا۔ یہ سب کے

سب پورے یا کچھ کم وبیش قرآن کے حافظ تھے اور آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہزاروں مرتبہ آپ سے سن چکے تھے۔ ہر ہر آیت جو لکھے ہوئے پرچوں سے لیکر مصحف میں شامل کی گئی، اس کے آیت قرآنی ہونے پر کثیر التعداد گواہ موجود تھے۔ ایسی حالت میں کسی کے لیے کوئی موقع ہی نہ تھا کہ ایک حرف بھی قرآن میں گھٹا یا بڑھا سکتا۔

حضرات شیخین رض کا وصال اور شورشوں کا سیلاب اس فرض کی تکمیل کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رض کا وصال ہوگیا آپ آسمان اسلام کا سب سے زیادہ روشن ستارہ تھے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ سچ پوچھیے تو قرآن پاک کی تدوین کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ آپکے بعد حضرت عمر رض کے ایام حکومت میں شام، مصر ایران اور الجزیرہ فتح ہوئے۔ ان ممالک میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جس میں بکثرت مسجدیں تعمیر نہ ہوئی ہوں مصاحف کی کتابت اور حفظ کا اہتمام ہر جگہ تھا۔ ائمہ نمازوں میں قرآن پاک پڑھتے اور لوگ تلاوت کرتے تھے۔ مشرق سے مغرب تک مدرسے جاری ہوچکے تھے جن میں بچوں کو باقاعدہ کلام مجید کی تعلیم دی جاتی تھی یہ صورت عمل دس سال اور کئی ماہ تک جاری رہی۔ اس مدت میں قرآن مجید کی اتنی اشاعت ہوئی کہ پورے قرآن کے حافظوں کی تعداد ہزاروں سے اور اجزاء قرآن کے حافظوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگئی اور ہزاروں ہی مصاحف تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے۔ حضرت عمر نے قرآن کی اشاعت کا جو اہتمام کیا ہوگا اس کا اندازہ ہر تاریخ داں کرسکتا ہے۔ جو شخص ایک ایک مسلمان فقیر اور ایک ایک یتیم کی خبر گیری میں اتنا اہتمام کرتا ہو کہ راتوں کو چین سے سو نہ سکتا ہو، جس نے حرمین کی آبادی کو قحط سے بچانے کے لیے نہر خلیج نیل سے کھدوا کر بحر قلزم میں ملائی ہو کہ مصر سے غلہ کی کشتیاں آسانی سے حجاز تک پہنچ جائیں، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسا شخص اس چیز سے کیسے غفلت کرسکتا تھا جس پر اسلام کے وجود اور مسلمانوں کی زندگی کا مدار تھا؟

خلافت عثمانی جب حضرت عمر کا وصال ہوا اور حضرت عثمان ابن عفان خلیفہ ہوئے تو آپ کے

عہد میں کچھ ایسے فتنہ پرداز اور کج فہم لوگ پیدا ہوگئے جنہوں نے کلام مجید میں تحریف کرکے مسلمانوں میں اختلاف وافتراق اور تفرق وتشتت کا بیج بونا چاہا اور ان کے درمیان نزاع کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی۔ اس وقت صورت حال اس کی مقتضی ہوئی کہ قرآن مجید کا ایک مستند ایڈیشن نکالا جائے اور اسے کثرت سے پھیلایا جائے تاکہ مسلمان ان فتنہ پردازوں کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے صحابہ کو جمع کیا جن کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ تھی اور کلام اللہ کا وہ نسخہ جو حضرت حفصہؓ (ام المومنین) کے یہاں محفوظ رکھا تھا طلب کیا یہ وہی نسخہ تھا جو تمام صحابہ کے اتفاق سے حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ حضرت عثمان نے زید بن ثابتؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ، سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس کی پانچ نقلیں کریں۔ صحابہ کے مجمع میں ان کی تصدیق کرائی۔ پھر حضرت زیدؓ کو مدینہ، حضرت عبداللہ بن سائبؓ کو مکہ، حضرت مغیرہ بن شہابؓ کو شام، حضرت ابوعبدالرحمن سلمیؓ کو کوفہ، حضرت عامر بن قیسؓ کو بصرہ ایک ایک نسخہ دیکر اس غرض سے بھیجا کہ فتنہ پردازوں کی فساد انگیزی کے جو پودے ابھی نکل رہے ہیں ان کا فوراً استیصال کر دیا جائے چنانچہ جب یہ لوگ اپنے اپنے متعینہ مقامات پر پہنچے تو وہاں کے مسلمان اپنا اپنا قرآن مجید لے لے کر جوق درجوق ان لوگوں کے پاس آئے اور انہیں سنا کر اختلافات کی اصلاح کی اور اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوکر واپس گئے۔ اس طرح اس فتنے کی بیخ کنی ہوگئی۔

خلافت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اسلام کو سخت خطرات اور نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ باہمی اختلافات میں اضافہ ہوتا گیا اور فرق باطلہ کا آغاز ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ تخت خلافت پر متمکن ہوئے جن کی خلافت کا زمانہ پانچ سال نو ماہ ہے۔ اس وقت مسلمان دو فرقوں میں منقسم ہوگئے تھے۔ ایک طرف حضرت علی کے جان نثاروں کی جماعت تھی۔ دوسری طرف حضرت معاویہؓ کے جانبازوں کی اگرچہ یہ فتنہ ایسا سخت تھا کہ اس نے اسلام کی جڑیں ہلادیں مگر اس دور میں

کلام مجید کی نسبت کوئی اختلاف نہ ہوا۔ ہر جگہ کے لوگ کلام پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ خود امامت فرماتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما کی تدوینِ کلام مجید پر تعریفیں کیا کرتے تھے۔ اگر خدانخواستہ خلیفہ اول و دوم یا خلیفہ سوم کی جانب سے کلام مجید میں کوئی کمی یا بیشی، تقدیم یا تاخیر ہوئی ہوتی یا تحریف کا دخل ہوتا تو کیا حضرت علیؓ ان کے مدون کردہ کلام مجید پر اتفاق کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد خلفاء ثلاثہ عنہ کے اس کارنامۂ عظیم پر ستائش اور تعریفیں کیں حالانکہ اگر تغیر و تبدل ہوتا تو وہ اس کی مذمت کرتے اور حکومت کی باگ سنبھالنے کے بعد اسے علی حالہ ہرگز باقی نہ رہنے دیتے اگر یہ مان لیا جائے کہ اہل بیت کے بارے میں کچھ حصہ نازل ہوا تھا (جیسا کہ ایک جماعت کا خیال ہے) تو کیا اور آیتوں کی طرح عوام کا اس پر تواتر نہ ہوتا؟ ضرور ہوتا، وہ آیتیں بھی آنحضور صلعم سے سنی گئی ہوتیں اور شائع و ذائع ہوتیں ایسی چیز کا چھپا دینا آفتاب کو غائب کر دینے سے مشکل تر تھا۔

بدگمانیوں کا منشا | اب تک تاریخ قرآن کی نسبت جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے وہی واقعیت اور حقیقت ہے۔ لیکن ایک آدمی اگر اس وقت ٹھوکر کھائے جب کہ آفتاب نصف النہار پر چمک کر سارے عالم کو روشن کر رہا ہو تو یہ اس کا قصور نظر ہے آج جو کوئی بھی قرآن کے محفوظ ہونے میں شک کرتا ہے اس کے پاس بدگمانی ہی بدگمانی ہے۔ دلیل کوئی نہیں، اور جو شخص محض مخالفت پر تلا ہوا ہو لیکن اپنے پاس کوئی دلیل نہ رکھتا ہو اس کی بات کا دنیا میں کوئی اعتبار نہیں۔

کلام پاک کے بارے میں جو بدگمانیاں پھیلائی گئی ہیں ان کی نسبت ایک ایسی جماعت کی طرف ہے جنہوں نے معتمد و صحیح حدیثوں سے بے پروا ہو کر بہت سی لایعنی اور ناقابل توجہ خبروں (حدیثوں) کو روایت کر دیا ہے اور ایسے اقوال پیش کیے ہیں جن کا تمام عالم میں کوئی شاہد نہیں۔

عدم تحریف پر ناقابل انکار دلائل | اس امر کا تو کوئی شخص تصور ہی نہیں کر سکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

میں قرآن کے اندر تحریف ہوسکتی تھی پھر جب آپ اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو صحابۂ کرام کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی اور ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس کو کلام پاک کا ایک کافی حصہ یاد نہ ہو۔ ہزاروں ایسے بھی تھے جن کو پورا کلام مجید حفظ تھا۔ یہ لوگ تمام عرب میں پھیلے ہوئے تھے اور زمانۂ مابعد میں عرب سے باہر بھی اسلام کے مفتوحہ ممالک میں پھیل گئے تھے۔ ان لوگوں کی زندگی میں قرآن مجید کے نسخے لکھے گئے اور ان کی ہزارہا نقلیں ممالک اسلامیہ میں شائع ہوئیں۔ اگر کلام پاک کے اندر ایک لفظ کی تحریف و تصحیف بھی کوئی شخص کرتا تو اختلاف عظیم برپا ہو جاتا۔ جھگڑے اور فساد ہوتے۔ خون خرابوں تک نوبت پہنچتی۔ کوئی کہتا کہ یہ لفظ قرآن کا ہے اور کوئی کہتا کہ نہیں ہے۔ ممکن نہ تھا کہ اس پر اختلافات برپا نہ ہوتے اور ان اختلافات کی آگ ساری دنیائے اسلام میں نہ پھیل جاتی لیکن تاریخ اسلام میں کہیں کوئی کوئی ادنیٰ سی مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ مسلمانوں کے درمیان کبھی اس قسم کا کوئی اختلاف برپا ہوا ہو۔ ہم نے آج تک کبھی نہیں سنا کہ کسی مسلم یا غیر مسلم نے کلام پاک کی کسی آیت میں اختلاف کیا ہو یا دعویٰ کیا ہو کہ یہ اصل قرآن کی آیت نہیں ہے۔ اگر رائی کے ایک دانہ برابر بھی اختلاف ہوا ہوتا تو زمانہ مابعد میں فطرت کے اس اٹل قانون کے مطابق کہ ایک پودا پہلے زمین سے اگتا ہے پھر آہستہ آہستہ ایک موٹا تنا ور درخت بن جاتا ہے، تغیرات و اختلافات کی بھرمار ہو جاتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عالم واقعہ میں ایسی کوئی چیز پیش نہیں آئی۔ کلام الٰہی اپنی عمر کی ۱۳۵۰ منزلیں طے کر چکا ہے اور آج تک کوئی ایسا نسخہ نہ ملا جس میں تحریف ہو۔

(۲) کلام پاک ہی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ دین ظاہر ہوا تو اسی کے ذریعہ اسلام کی شان و شوکت، جاہ و جلال میں چار چاند لگائے تو اسی نے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے سامنے بڑے بڑے جباروں اور درو سارنے جن کے دل سخت سے سخت دردناک واقعات اور لرزہ براندام کر دینے والے حادثات اور دل ہلا دینے والے سانحات سے بھی متاثر نہ ہوئے، بالآخر سر جھکا دیا، گھٹنے ٹیک دیے

اور اس کے اوامر و نواہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ ممکن نہ تھا کہ امت مسلمہ کلام ربانی کا یہ کرشمہ دیکھ کر اس میں تحریف کی فکریں کرتی اور اگر خدانخواستہ ایسا کرنے کی کوئی جرأت بھی کرتا تو آپ دیکھتے کہ یہ قوم اپنے بدن کا آخری قطرہ بہا دینے میں بھی دریغ نہ کرتی۔

(۳) جس شخص کو صحابہ کی تاریخ معلوم ہو گی اور وہ صحیح احادیث پر ایک نظر ڈالے گا اسے معلوم ہو جائیگا کہ وہ کلام پاک کے حفظ اور اس کے ضبط میں کس قدر توجہ اور احتیاط سے کام لیتے تھے۔ کلام پاک تو کلام پاک ہے احادیث کے ضبط و روایت میں اور ان کی نشر و اشاعت میں وہ جس توجہ اور اعتنا کو کام میں لاتے تھے جس حزم و دانائی سے قدم رکھتے تھے عیاں اور آشکارا ہے۔ عقل سلیم یہ کبھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں نے کلام بشر کی اس طرح حفاظت کی ہو وہ کلام خدا کی حفاظت میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھ سکتے تھے۔ ان لوگوں کا حال تو یہ تھا کہ عہد جاہلیت کے اشعار تک کی حفاظت کرتے تھے' حالانکہ ان سے کوئی دینی غرض وابستہ نہ تھی اور ان پر قوم کی زندگی اور دین و دنیا کی فلاح کا مدار نہ تھا لیکن پھر بھی اگر کوئی شخص قدما کے اشعار میں تغیر و تبدل کرتا تھا تو اس پر طعن و تشنیع کی بوچھار ہونے لگتی تھی۔ یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ غور کیجیے جب ان اشعار میں تحریف و تصحیف ممکن نہ تھی تو اس کا وقوع کلام مجید میں کیسے جائز ہو سکتا تھا جس کے متعلق لوگ جانتے تھے کہ یہی وہ چیز ہے جو نبوت کی دلیل بن سکتی ہے' یہی شریعت کی روح ہے' یہی رشد و ہدایت اور صراط مستقیم کی معرفت کا ذریعہ ہے' خیر و شر میں مابہ الامتیاز ہے' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور اصل دین یہی کلام پاک ہے' اگر یہ نہ ہوتا تو وہ راہ ہدایت سے دور ہوتے' ضلالت و گمراہی میں پڑے رہتے' ٹاک ٹوئیاں مارتے رہتے اور اصل راستہ کا پتہ نہ پاتے۔

(۴) عہد نبوت سے لے کر آج تک ہر زمانہ میں قرآن مجید مسلمانوں کے درمیان اس طرح ظاہر اور نمایاں رہا ہے جیسے آفتاب تمام دنیا والوں کے سامنے ظاہر اور نمایاں ہے۔ اگر آفتاب کی سطح پر ذرا سا بھی تغیر ہو تو بیک وقت تمام دنیا والوں پر وہ عیاں ہو جائے گا۔ اسی طرح قرآن کے اندر ادنیٰ تغیر و تبدل بھی

سن نہیں کہ چھپا رہ جائے ہر زمانہ میں لاکھوں اور کروڑوں آدمی مختلف اغراض اور مختلف نقطہائے نظر سے قرآن اور اس کے ایک ایک لفظ سے دلچسپی لیتے رہے ہیں کسی کو حفظ قرآن سے دلچسپی ہے کسی کو قرات و تجوید سے دلچسپی ہے اور وہ ایک ایک لفظ کا صحیح تلفظ کرنے کی کوشش کر رہا ہے کسی کو رسم القرآن سے دلچسپی ہے اور وہ ایک ایک لفظ کے صحیح املاء سے اعتنا کر رہا ہے کسی کو احکام القرآن سے دلچسپی ہے اور وہ کلام پاک کے ایک ایک لفظ پر غور کر رہا ہے تاکہ اس سے شرعی احکام کا استنباط اور قوانین اسلام کی تشریح کرے کچھ لوگوں کی غرض اس کی تفسیر، معانی کی معرفت، اسرار و غوامض سے واقفیت اور حقائق پر دسترس حاصل کرنا ہے کچھ لوگوں کی توجہات کو اس کی حد درجہ فصاحت، کمال بلاغت، اسلوب بیان نظم و ترتیب اور جملوں کے عجیب و غریب دروبست نے اپنی طرف مائل کر رکھا ہے' ایک جماعت اسے محض اس کی کرامت کا خیال کرکے پڑھتی ہے اور برکت و سعادت حاصل کرنے کے لیے ختم پر ختم کیے جاتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس کلام میں شائد کوئی تحریف ہوئی ہو، اسے ایسا گمان کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ تمام دنیا کے مختلف گوشوں میں اتنے کثیر التعداد لوگ جو اتنے مختلف نقطہائے نظر سے اتنے مختلف زمانوں میں اس کلام سے اس قدر دلچسپی لیتے رہے ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ ان سب نے بیک وقت متفق ہو کر کسی ایک آیت یا ایک لفظ میں ترمیم کر ڈالی ہو؟ ادنیٰ درجہ کی عقل بھی جس شخص کو میسر ہوگی وہ ا! نہ جھ سکتا، اور جب یہ ممکن نہیں ہے تو یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ قرآن میں کبھی کوئی ایک شخص یا ایک گروہ کسی قسم کی تحریف کرے اور وہ تمام دنیا میں تسلیم کر لی جائے' یا تمام دنیا سے مخفی رہ جائے۔

(۵) صدر اول کے مسلمان یہود و نصاریٰ وغیرہم سے گھرے ہوئے تھے اور ہمیشہ رہے ہیں۔ خصوصاً آں حضور صلعم سے تو انھیں سخت عداوت تھی آپ کے لیے اور آپ کی پوری قوم کے لیے فساد کا ایک جال بچھا رکھا تھا۔ پوری فضا زہر آلود بنا رکھی تھی۔ خود ہی بغض و عناد سے بھرے نہیں تھے بلکہ دوسروں کو بھی آپ کی دشمنی و عداوت پر آمادہ کرتے تھے۔ اس ماحول میں اگر غلطی سے صحابہ کرام معمولی تحریف و تصحیف کے

بھی مرتکب ہوئے ہوتے تو دشمنوں کی یہ جماعت ان پر فتنہ و فساد کی بوچھار کر دیتی تمام قبائل میں انکا راز فاش کرتی اور اس غلطی سے فائدہ اٹھا کر عام مسلمانوں کے سامنے ان کے سرداروں کو مجرم کی حیثیت سے لا کھڑا کر دیتی۔ یہی اسلام کا شیرازہ منتشر کر دینے کا سب سے زیادہ کارآمد ذریعہ اور ان کی یکجوئی کو نفاق و انتشار سے بدل دینے کا سب سے بڑا وسیلہ ہوتا۔ کفار کے علاوہ منافقین کی بھی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ یہ مسلمانوں کی مجلسوں میں شریک ہوتے ان کے ساتھ نمازیں ادا کرتے اور اس طرح ان کے تمام اندرونی حالات سے باخبر رہتے تھے۔ ان کو ہر وقت اسی بات کی تلاش رہتی تھی کہ مسلمانوں سے کوئی غلطی یا چوک ہو اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ معمولی معمولی باتوں، بے بنیاد خبروں اور بے اصل امور کو اچھال کر آسمان پر پہونچا دیتے تھے۔ رائی کو پہاڑ بنانے کی بے سود کوشش کرتے تھے۔ ان کے دست و بازو کی تمام کارفرمائیاں، دل و دماغ کی ساری کاوشیں اور اختراعات مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے وقف تھیں۔ اگر صحابہ کرام یا تابعین کے گروہ میں سے کوئی شخص قرآن میں ذرا سی بھی تحریف کرتا تو یہ لوگ زمین و آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ منافقین، یہود و نصاریٰ جیسے شدید دشمنوں کی موجودگی میں یہ کسی طرح ممکن ہی نہ تھا کہ تحریف قرآن جیسا جرم عظیم چھپا رہ جاتا اور اس پر کوئی فتنہ برپا نہ ہوتا [illegible] شاہد ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں کبھی ایک مرتبہ بھی ان اعدائے [illegible] کو ایسا کوئی موقع نہ ملا یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے قرآن کی حفاظت کا کام مسلمانوں ہی سے نہیں بلکہ کافروں اور شدید ترین اعدائے اسلام سے بھی لے کر دکھا دیا ہے۔